© rasailojaraid.com

برما

(از جناب مظفر شاہ خاں صاحب یوسفی۔ ایم۔ اے)

گذشتہ جنگ عظیم میں مشرق بعید کے قریب قریب سب ہی ملک تباہی اور بربادی کا شکار ہوئے اور ناقابل برداشت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ساتھ ہی انہیں اپنی گری ہوئی حالت کا شدید احساس ہوا اور وہ برسوں کی غلامی کا جوا اُتار پھینکنے کے لئے بے چین ہو گئے۔ شہنشاہیت کی قدیم بنیادیں یک دم ہل گئیں، اور سارے مشرق بعید میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک آزادی اور خود مختاری کی لہر دوڑ گئی، نیند کے ماتے جاگ اُٹھے اور اپنا پیدائشی حق حاصل کرنے کے لئے بڑے جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

آزادی کی اس دوڑ میں برما بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جنگ سے پہلے وہاں کی زندگی میں موت کا سکوت تھا۔ عام لوگوں میں کوئی سیاسی بیداری نہ تھی صرف چند بڑے لوگ اپنی ذاتی منفعت کے لئے سیاسی چالیں چلتے رہتے تھے اور برما کی سیاست کا دائرہ بس انہی تک محدود تھا، عوام کو کچھ خبر نہ تھی، وہ بھوک اور افلاس کے شکار تھے، لیکن اپنی حالت سے مطمئن۔ ان میں کوئی بے چینی نہ تھی۔ یوں دونوں سرحدوں کے پار ہندوستان اور چین میں بڑے بڑے انقلاب آرہے تھے، لیکن برما کی فضا میں مکمل سکوت تھا۔ البتہ کبھی کبھی زندگی کی ایک معمولی سی لہر دوڑتی دکھائی دیتی تھی، مگر وہ بھی ہنگامی بجلی کی طرح چمکی اور ختم ہو گئی۔

لیکن جنگ نے برما کی ساری حالت بدل کر رکھ دی، سچ پوچھئے تو جنگ کے شعلوں میں برما نے ایک نئی زندگی پائی، اور اس نے اپنا پرانا چولا اُتار کے پھینک دیا۔ نئے برما کو پرانے برما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے دور کا بھی واسطہ نہیں رہا۔ اب وہ آسان پسندوں اور کاہلوں کا ملک نہیں رہا بلکہ آزادی کے متوالے جوانمردوں کا وطن کہلانے لگا۔ جنھیں اپنا مستقبل خود اپنے ہاتھوں سنوارنے کی لو لگی ہوئی تھی۔ جنگ کے بعد سارے مشرق بعید میں بیرونی طاقتوں کے پنجے سے آزاد ہونے کی ایک عام تحریک اٹھی اور جاوا اور ہندچینی کی طرح برما نے بھی اس تحریک کو لبیک کہا۔

برما ہندوستان کا پڑوسی ہے، اور ان دونوں ملکوں کے ثقافتی اور سماجی تعلقات بہت پرانے ہیں۔ مشرق بعید میں یورپی طاقتوں کے اقتدار سے پہلے ہندوستان اور چین ہی دو ایسے ملک تھے، جن کا تمدن سب پر حاوی تھا۔ آس پاس کے سارے ممالک ان دونوں کے رسم ورواج، اور تہذیب وتمدن سے متاثر تھے،

پنڈت جواہرلال نہرو کے قول کے مطابق، اصولی طور پر نظام حکومت اور فلسفہ تو چین سے آیا اور مذہب اور آرٹ ہندوستان نے دیا۔

برما اور ہندوستان کا تعلق اشوکِ اعظم کے وقت سے چلا آرہا ہے، ہندوستان کی قدیم کتابوں میں برما کو "سورن دیش" یعنی "سونے کا ملک" کہا گیا ہے، دوہزار سال پہلے "گوتم بدھ" کا روحانی پیغام اس سرزمین سے برما پہنچا، جس نے دونوں ملکوں کو ایک روحانی رشتہ میں منسلک کردیا۔ جب تک ہندوستان کی اقتصادی برتری اور اس کی تہذیب کا آفتاب نصف النہار پر رہا۔ ہندوستان اور برما کے درمیان اقتصادی اور مذہبی رشتہ برابر قائم رہا۔ لیکن جب مغربی تہذیب کا دور دورہ ہوا تو یہ مقناطیسی قوّت سرد پڑگئی اور دونوں طرف سکون چھانے لگا۔

مشرقِ بعید کے یہ ملک مغربی قوموں کی ٹکر نہیں سنبھال سکے اور بالآخر کسی نہ کسی صورت میں ان کے پنجۂ غلامی میں آگئے، ۱۸۲۴ء سے لے کر ۱۸۸۵ء تک برطانیہ نے برما میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تین جنگیں لڑیں، ہر مرتبہ برمیوں نے جی توڑ مقابلہ کیا، برما والے بہادر تو تھے، لیکن ان کے پاس فوجی سازوسامان نہ تھا، پھر کوئی ایسی مضبوط قومی حکومت بھی نہ تھی، جو متحدہ طور پر بیرونی حملہ کا مقابلہ کرسکتی۔ آخر ۱۸۸۵ء میں برما فتح ہوگیا۔ اور سارے برما پر برطانیہ کا تسلط ہوگیا۔

برطانوی تسلط کے بعد برما کی ساری صنعت وحرفت رفتہ رفتہ ختم ہوگئی، اور برما صرف کاشتکاروں کا ملک ہوکر رہ گیا۔ ظاہر ہے کہ برطانیہ کا تجارتی مفاد اسی میں تھا کہ ایشیا کے دوسرے غلام ملکوں کی طرح برما میں بھی اس کے صنعتی مال کی کھپت ہو اور برما کی خام پیداوار سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے، اور وہ اپنی ضرورتوں کے لئے دوسروں کا محتاج رہے چنانچہ تیل کے چشموں کی دریافت سے پہلے برما میں کوئی معمولی کارخانہ بھی نہیں کھولا گیا۔

چاول، لکڑی اور تیل برما کی خاص پیداوار تھی۔ اور جس پر برطانوی کمپنیوں کی اجارہ داری تھی، یہ کمپنیاں ان چیزوں کی برآمد سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہی تھیں ۱۹۳۸-۳۹ء میں ایک کروڑ تہتر[۷۳] لاکھ ستاسی[۸۷] ہزار دو[۲] سو اکتالیس ایکڑ میں چاول پیدا ہوتا تھا، اور کل پیداوار ساٹھ[۶۰] لاکھ ٹن تھی۔ جس کا بیشتر حصہ برطانوی کمپنیاں اپنے نفع کی خاطر باہر بھیجدیا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ ہر سال دو لاکھ ٹن عمارتی لکڑی باہر جاتی تھی، اور لاکھوں گیلن پیٹرول دوسرے ملکوں کو بھیجنے کے لئے برما کے کارخانوں میں تیار کیا جاتا تھا۔ غرض برطانوی سرمایہ دار ایک طرف تو برما کی خام پیداوار سے خوب فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اور دوسری طرف وہاں برطانیہ کے صنعتی مال کی کھپت ہو رہی تھی، اگرچہ بعد میں جاپان بھی صنعتی میدان میں آگے بڑھا۔ اور اس کا مال بھی برما پہنچنے لگا لیکن برطانیہ کی اجارہ داری میں کوئی خاص فرق نہیں آیا۔ کیونکہ حکومت کی باگ ڈور تو اسی کے ہاتھ میں تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برطانیہ نے پہلے تو اپنے مفاد کی خاطر برما کو ہندوستان میں شامل رکھا، لیکن جب ہندوستان میں انقلابی تحریکوں نے زور پکڑا اور برطانوی شہنشاہیت کو پے در پے جھٹکے لگنے لگے تو پھر ۱۹۳۷ء میں برما کو ہندوستان سے علیحدہ کر دیا گیا، مقصد یہی تھا کہ اس طرح برما ہندوستان کی انقلابی فضا سے متاثر نہ ہونے پائے اور وہاں برطانوی اقتدار کو کوئی آنچ نہ پہنچے۔ مگر اس وقت تک برما میں انقلابی رجحان پیدا ہو چکا تھا، اور قومی جدوجہد کے لئے میدان تیار ہوتا جا رہا تھا۔ طلبار اور کسانوں کے مظاہروں سے پتہ چلتا تھا کہ انقلاب کی آگ اندر ہی اندر سلگ رہی ہے، پھر اسی انقلاب کے اثرات اچھی طرح سرایت کر چکے تھے، اور تھاکن پارٹی کے نام سے ایک انقلابی جماعت وجود میں آگئی۔

دراصل تھاکن پارٹی کے قیام کے بعد سے ہی برما کی آزادی کی عام جدوجہد شروع ہوتی ہے، اس سے پہلے، جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، سیاسی سرگرمیاں صرف اوپر کے طبقہ تک محدود تھیں، جو اپنا اثر و اقتدار جمانے کے لئے شطرنجی چالیں چلتے رہا کرتے تھے، عوام کو ان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ تھاکن پارٹی نے پہلی مرتبہ انقلابی پروگرام رکھا، اور عوام کو ساتھ لے کر آگے بڑھی، اور اس طرح ۱۹۳۰ء میں برمیوں نے اپنی آزادی کے لئے باقاعدہ جدوجہد شروع کی۔

تھاکن پارٹی کا ایک وفد اُو آنگ سان کے زیر قیادت کانگریس کے رام گڑھ کے اجلاس (۱۹۴۰ء) میں آیا تھا جس سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ ہندوستان اور برما کے عوام برطانوی شہنشاہیت کے خلاف متحد ہوتے جا رہے ہیں، اور ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے۔

ابھی جنگ کے آغاز کو ایک ہی سال گزرا تھا کہ برطانوی حکومت نے جنگی ضرورتوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی آڑ لے کر برما میں شہری آزادی پر پابندیاں لگانی شروع کر دیں۔ اور لوگوں کے انقلابی جوش کو دبانے کے لئے حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آگئی ۔ جنگ کی وجہ سے برما کی اقتصادی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی تھی اور غریب عوام طرح طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا شکار ہو رہے تھے، لیکن اب وہ خاموشی سے اس حالت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے، چنانچہ ان میں برطانوی حکومت کے خلاف نفرت پھیل گئی۔ اور تھاکن پارٹی، حکومت کی سخت مخالفت کے باوجود روز بروز مضبوط ہوتی گئی۔

جب جاپان میدان جنگ میں کودا اور بحرالکاہل کی لڑائی شروع ہوئی تو حالات نے ایک رُخ بدلا۔ برطانیہ نے برما کو جاپان کی جارحانہ کارروائیوں سے بچانے کے لئے کوئی معقول انتظام نہیں کیا تھا۔ بلکہ سچ پوچھئے تو اس نے ترقی پسند طاقتوں کو منتشر کر کے جاپانیوں کے لئے راستہ صاف کر دیا تھا۔ پھر برما کی ہمسایہ طاقتوں کو جو جاپانیوں کا مل کر مقابلہ کرنا چاہتی تھیں، متحد نہیں ہونے دیا گیا۔ حکومت کی سختیوں کی وجہ سے برما کی سب قوم پرست جماعتیں روپوش ہو گئیں اور در پردہ کام کرنے لگیں۔ اس وقت، اگرچہ عوام میں برطانیہ کے لیے نفرت بڑھ گئی تھی، لیکن ان میں فاشی طاقتوں کے خلاف تیز و تند جذبات کی کمی تھی، چنانچہ جاپانیوں نے بڑی چالاکی کے ساتھ ان حالات سے فائدہ اٹھایا اور اپنا اُلّو سیدھا کیا۔

ادھر تھاکن پارٹی میں اختلافات پیدا ہو گئے، اور پارٹی کا ایک حصّہ جاپانیوں سے جا ملا اور ان لوگوں نے برطانوی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے جاپانیوں کے ماتحت ایک فوج بنالی۔ اس وقت عام لوگوں نے عملی طور پر جاپانیوں کا ساتھ دیا، اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ لوگ برطانیہ کے مظالم کا شکار رہ چکے تھے، ان کے دل نفرت اور غصہ سے بھرے ہوئے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ جاپانی برطانیہ کے دوست ہیں، اس لئے ہمارے دوست ثابت ہوں گے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشہور نوجوان لیڈر اُونگ سان نے بھی اسی خیال کے پیش نظر جاپانیوں کی مدد کی، انھیں اُمید تھی کہ اس طرح برما کو جلد از جلد آزادی حاصل ہو جائے گی، لیکن جب ان لوگوں کو پتہ چلا کہ جاپانیوں نے تو ان کے ساتھ برطانیہ سے بھی بدتر سلوک روا رکھا، تو انھیں اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا، اور انھوں نے فوراً اپنا راستہ بدل دیا، اب لوگوں نے جاپانیوں کے خلاف عوام کو متحد کرنا شروع کر دیا۔ فاشی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اینٹی فاسسٹ پیپلز فریڈم لیگ (Anti fascist People's freedom League) کے نام سے ایک جماعت بنائی گئی، دراصل جاپانیوں کے پنجے سے نکلنے کے لئے یہ ایک متحدہ محاذ قائم کیا گیا تھا، جس میں کمیونسٹ سوشلسٹ اور دوسری جماعتوں کے لوگ شامل تھے، اب اسی نئی جماعت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر عام لوگوں نے برطانوی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی جاپانیوں کا انتہائی بہادری سے مقابلہ کیا اور ان کے ہزاروں آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور سخت نقصان پہنچایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جماعت نے برما کو جاپانیوں کے چنگل سے چھڑانے میں بڑا کام کیا، اگر یہ لوگ اس طرح برمی قوم کو جاپانیوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار نہ کرتے تو مشرق بعید میں جاپانیوں کو شکست دینے میں بہت دیر لگ جاتی۔

اب یہ دیکھئے کہ جن لوگوں نے اپنے وطن کو دشمن کے چنگل سے چھڑانے میں سر دھڑ کی بازی لگائی اور مشرق بعید میں اتحادی قوموں کی فتح کے لئے میدان تیار کیا، ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا، مارچ ۱۹۴۵ء میں رنگون پر قبضہ ہوا اور پورا برما فتح ہو گیا اس کے بعد فوراً ہی برما پر ایک ایسا آہنی نظام مسلط کر دیا گیا، جو ان لوگوں کے لئے جاپانیوں کی ڈکٹیٹر شپ سے کسی صورت میں بہتر نہ تھا۔ جاپانیوں کے خلاف لڑنے والے لیڈروں کو غدار قرار دیا گیا، اور جن لوگوں نے واقعی جاپانیوں کا ساتھ دیا تھا۔ انھیں ذمہ دار عہدوں پر رکھا گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس فوجی نظام کا مقصد یہی تھا کہ برما کی نجات دھندہ اینٹی فاسسٹ پیپلز فریڈم لیگ کو ختم کر دیا جائے اور پھر سے برطانوی راج قائم کرنے کے لئے میدان تیار کیا جائے۔ فریڈم لیگ یہ نہیں برداشت کر سکتی تھی کہ کسی طرح برطانوی سامراج برما میں پھر اپنے پنجے جما لے۔ برطانیہ کے لئے بڑی مشکل کا سامنا تھا، جاپانیوں کے خلاف جس حمایت نے انھیں پوری مدد دی تھی، اب وہی ان کے راستے میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ لیکن اب حالات بالکل بدل چکے تھے، کسی طرح بھی کھلے روپ میں شہنشاہیت کا دوبارہ تسلط ناممکن تھا۔ اور نہ پرانے ہتھکنڈوں سے نئی صورت حالات پر قابو پایا جا سکتا تھا۔ بالآخر برطانیہ کو بھی اپنا طریقہ بدلنا پڑا۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں فوجی افسروں نے برما کا سارا انتظام گورنر کو سونپ دیا، پھر بھی حکومت کی ظلم و زیادتی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ فریڈم لیگ کے جماعتی نظم میں رخنہ ڈالنے کے لئے یہ کوشش کی گئی کہ سوشلسٹ اور سوجیٹ پارٹی کے لوگ حکومت میں آجائیں، لیکن یہ چال بھی کامیاب نہیں ہوئی۔ فریڈم لیگ، برما کی ایگزیکٹیو کونسل میں شامل ہونے کو تیار تھی، بشرطیکہ اسے زیادہ سیٹیں ملیں اور اس کے نمائندوں کو پارٹی کے پروگرام کے مطابق کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ لیکن برما کے گورنر سر ریجینالڈ نے ان شرطوں کو غیر جمہوری کہہ کر ٹھکرا دیا۔

اب حالات بڑی تیزی سے بدلتے جا رہے تھے، اور برطانیہ کو روز بروز نئی نئی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا! اپریل ۱۹۴۶ء تک ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ برطانیہ کو خطرہ محسوس ہونے لگا، ظلم و زیادتی کے سارے حربے بیکار ہو چکے تھے، فریڈم لیگ میں افتراق پیدا کرنے اور اسے دنیا کی ہمدردی سے محروم رکھنے کی ساری کوششیں بے سود ثابت ہو چکی تھیں، ادھر انقلابی عناصر اس قدر زور پکڑ گئے تھے کہ حکومت کا تختہ الٹ جانے کا خطرہ سامنے تھا۔ موجودہ گورنر کی پالیسی ناکام ہو چکی تھی، اور ضرورت تھی کہ کسی ایسے مدبر کو گورنر بنایا جائے، جو ان طوفانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالات میں شہنشاہیت کی ڈوبتی کشتی کو بچا سکے ہچنانچہ سر ہربرٹ رینس کو برما کا گورنر بنایا گیا، انھیں برما کے معاملات کا زیادہ تجربہ تھا اور جونئی پالیسی کو اچھّی طرح بروئے کار لا سکتے تھے، نئے گورنر کے تقرّر کے بعد سے برما میں برطانوی حکومت کی طرف سے جو کچھ ہوا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ شہنشاہیت میں کیسی لچک ہے اور کس طرح وہ حالات کے مطابق خود کو ڈھال سکتی ہے۔

سر ہربرٹ رینس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اونگ سانگ سے گفت وشنید کر کے ہندوستانی نمونہ کی ایک عارضی قومی حکومت قائم کر دی جس میں فریڈم لیگ کے ممبروں کی تعداد زیادہ تھی، لیکن یہ حکومت کسی معنوں میں بھی قومی حکومت نہیں تھی، نئی حکومت کے ممبر گورنر کی پالیسی پر چلنے کے لئے مجبور تھے، اور پھر مالیات، دفاع اور خارجی معاملات کے محکمے قطعی طور پر گورنر کے ہاتھ میں تھے۔ اس حکومت میں شامل ہونے کے سوال پر فریڈم لیگ کے ممبروں میں کافی اختلاف تھا۔ اور اس وقت دائیں اور بائیں بازو کا فرق زیادہ نمایاں ہو گیا تھا۔ خاص طور پر کمیونسٹ ایسی حکومت میں شامل ہونے کے خلاف تھے، ان کا اصرار تھا کہ نئی حکومت کو پارٹی کے نصب العین یعنی مکمل آزادی کے حصول کے لئے کھلے طور پر کام کرنے کا حق ہونا چاہیئے لیکن دائیں بازو نے، جو اس وقت برسرِ اقتدار آ چکا تھا، یہ بات نہیں مانی، اور کمیونسٹوں کو پارٹی سے خارج کر دیا۔

آخر کو فریڈم لیگ کے اکثر ممبر ایگزیکٹیو کونسل کے کام سے مطمئن نہیں ہوئے، انھوں نے دیکھ لیا کہ یوں کام نہیں چلے گا، لیگ کی مجلس عاملہ نے ۱۲ر نومبر ۱۹۴۶ء کو ایک قرار داد منظور کی، جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ ایک سال کے اندر اندر برما کو مکمل آزادی دیدی جائے اور برطانوی حکومت ۳۱ر جنوری ۱۹۴۷ء تک اس امر کا باقاعدہ اعلان کر دے، اور ساتھ ہی اس تاریخ تک موجودہ ایگزیکٹیو کونسل کو صیحح . . .

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معنوں میں قومی حکومت کا درجہ دے دیا جائے۔ اسی قرارداد سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت عوام میں کس قدر بے اطمینانی اور بے چینی پھیلی ہوئی تھی، فریڈم لیگ کے لیڈر حکومت میں تھے، اور اُن کا فرض تھا کہ وہ پارٹی کے مقاصد کے پیش نظر ان مطالبات کو انگریزوں سے منوانے کی پوری پوری کوشش کرتے، لیکن ایسا نہیں ہوا اور عوام سے یہ لوگ دور ہوتے چلے گئے۔

برطانیہ نے اس وقت یہ مناسب سمجھا کہ برما کے لئے کوئی مستقل اسکیم بنا دی جائے، چنانچہ برما کو ایک وفد بھیجنے کی دعوت دی گئی تا کہ لندن میں بیٹھ کر برما کے مستقبل کے بارے میں گفت و شنید کی جائے۔ اُو آنگ سان برمیوں کا ایک وفد لے کر لندن پہنچے، لندن جاتے ہوئے، انھوں نے نئی دلی میں کہا تھا "ہم برما کی آزادی اور ان عارضی انتظامات کے بارے میں بات چیت کرنے جا رہے ہیں، جنھیں ہم جلدی بروئے کار لانا چاہتے ہیں۔ انھوں نے یہ بات بھی زور دے کر کہی تھی کہ برما کو درجۂ نوآبادیات دینے کا کوئی سوال ہی نہیں، ہم تو مکمل آزادی چاہتے ہیں، اگر اس مرتبہ کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا تو پھر ۳۱ر جنوری سے برما میں سیاسی تعطل برپا ہو جائے گا"

لندن میں کئی ہفتے کی بات چیت کے بعد ایک سمجھوتہ ہو گیا، اس سمجھوتے کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ ناموافق حالات میں بھی برطانیہ نے اپنے شہنشاہیت پرستانہ مفاد کو قائم رکھنے کی بہت کچھ گنجائش رکھ لی۔ اور برمیوں کی آرزوئیں بہت کچھ تشنۂ تکمیل ہی رہیں، خود اُو آنگ سان کو بھی اس بات کا اقرار تھا، انھوں نے کانفرنس کے بعد ایک بیان میں کہا تھا:۔

"یہ صحیح ہے کہ ہمارا مطالبہ مکمل طور پر پورا نہیں ہوا، لیکن ہم نے ایسی بنیادی باتیں منوالی ہیں، جن کے ذریعہ ہم امن و عافیت کے ساتھ اپنی قومی آزادی کو کامیاب بنا سکیں گے"۔

ہر ملک میں کچھ ایسے عناصر ضرور ہوتے ہیں، جنھیں آگے بڑھا کر قومی ترقی کے راستے میں مشکلات پیدا کی جا سکتی ہیں، اور بیرونی طاقتیں اپنے مقصد کے لئے ان سے کام لیتی ہیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ برما میں بھی دوسری مشکلات کے ساتھ کاربن، کاچن اور شان کے قبیلوں کا ایک خاص مسئلہ ہے، ان قبیلوں کے اپنے اپنے سردار ہیں، اور یہ لوگ اپنے پرانے معاشی اور معاشرتی نظام پر قائم ہیں، نئے جمہوری نظام کو ذرا مشکل سے ہی قبول کریں گے، پھر برطانیہ نے ان لوگوں کے خصوصی مفاد کی پوری وکالت کی ہے۔ لندن کانفرنس کے بعد ایک سرکاری بیان میں کہا گیا تھا: "برما کے قبائلی علاقوں کو مرکز سے ملانے کی ہم نے ہمیشہ کوششیں کی ، لیکن اب ضروری ہے کہ آئندہ اس سلسلہ میں جو کچھ ہو وہ ان علاقوں کے لوگوں کی آزاد رائے سے ہو"

۴ر جنوری ۱۹۴۸ء کو برما آزاد ہو گیا۔ اور وہاں ایک خودمختار جمہوریت قائم ہو گئی۔ خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ برما کی آئین ساز اسمبلی نے یہ پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ برما دولت متحدہ برطانیہ میں شامل نہیں ہوگا۔ البتہ برما اور برطانیہ کے درمیان ایک فوجی سمجھوتہ پہلے ہی ہو چکا ہے اب دیکھئے آزاد برما کی جمہوری حکومت اپنے اندرونی معاملات اور خاص کر قبائلی علاقوں کے مسئلہ کو کس طرح سلجھاتی ہے، اِن علاقوں میں خودمختاری کی ہوا پھیلی ہوئی ہے، کاربن نیشنل یونین کے نام سے ایک جماعت بن چکی ہے، جس کا مطالبہ ہے کہ علیحدہ ایک خودمختار کاربن ریاست بنا دی جائے، ابھی فروری میں کئی جگہ اس مطالبہ کے حق میں مظاہرے بھی ہو چکے ہیں۔

© rasailojaraid.com